Volume 03, Issue 02,
April-June 2025
PP: 98-110
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

قیام امن کے بنیادی اصول سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Fundamental Principles of Establishing Peace: A Research Review in the Light of the Prophet's Life

Dr. Hafiz Muhammad Ishaq [1], Maryam BiBi [2]

Article History

Received
20-05-2025

Accepted
15-06-2025

Published
17-06-2025

Indexing

WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
اشاریہ اردو جرائد
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub
Crossref doi

Abstract

Peace and security are essential foundations of human life; without them, neither societal cohesion nor individual development can flourish. Islam, as a comprehensive and dynamic faith, places peace at the very heart of its teachings. Unlike some Western paradigms that associate peace with political compromise, Islam views peace as a divine objective rooted in justice, piety, and compassion. This study explores the core Islamic principles for establishing peace, emphasizing a strong relationship with Allah (taqwā), social justice, patience, and mutual respect. The Qur'an repeatedly affirms the sanctity of human life, and Islamic teachings uphold that conflict is permissible only in self-defense. Even during warfare, Islam prescribes ethical conduct, highlighting mercy and a constant preference for reconciliation. Drawing upon the life of the Prophet Muḥammad (peace be upon him), this study reveals how his leadership during times of political and economic instability fostered peace through just governance and economic equity. Notably, his equitable distribution of war booty and emphasis on socio-economic balance addressed the same root causes—economic disparity, injustice, and intolerance—that continue to threaten global peace today. This research critically examines Prophetic strategies in conflict resolution, social reform, and peacebuilding, offering a model that remains relevant for contemporary societies. By adopting these Prophetic principles—justice, equality, brotherhood, and compassion—the modern world can overcome divisions and work toward sustainable peace. The paper concludes that Islamic teachings, particularly those exemplified in the life of the Prophet Muḥammad (peace be upon him), present a viable framework for restoring global harmony in the face of today's complex challenges.

Keywords:

Peace in Islam, Social Justice, Prophet Muḥammad, Economic Balance, Taqwā, Compassion, Conflict Resolution, Islamic Ethics, Global Peace, Brotherhood, Equality, Defensive War, Qur'anic Teachings, Social Reform, Mercy in Warfare.

[1] *Chairman, Department of Islamic Studies, University of Chakwal. muhammad.ishaq@uoc.edu.pk.*
[2] *Visiting lecturer, Department of Islamic Studies, University of Chakwal.*

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development
ROAD DIRECTORY OF OPEN ACCESS SCHOLARLY RESOURCES
OPEN ACCESS

امن و امان انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر نہ تو معاشرتی زندگی برقرار رہ سکتی ہے اور نہ ہی انسانی ترقی ممکن ہے۔ اسلام ایک متحرک دین ہے جو امن کو اپنی بنیاد قرار دیتا ہے۔ مغربی نظریات کے برعکس، اسلام نے "امن" کو خیرِ کثیر قرار دیا ہے۔ اسلام معاشرتی امن کے لیے بنیادی اصول فراہم کرتا ہے، جن میں اللہ سے تعلق، تقویٰ اور صبر شامل ہیں۔ اسلام میں امن کی بنیاد پرہیز گاری، انصاف اور رحم دلی پر ہے اور اس کا مقصد ہر انسان کی زندگی کو محفوظ رکھنا ہے۔ قرآن کریم میں انسانی زندگی کے احترام پر زور دیا گیا ہے اور جنگ کا تصور صرف دفاعی ہے، جارحانہ نہیں۔ جنگ کی حالت میں بھی اسلام نے رحم و کرم کے اصول قائم کیے ہیں اور امن کی برقراری کو اہمیت دی ہے۔ آج عالمی امن کی تباہی کی بڑی وجوہات میں معاشی تقسیم، مذہبی عدم رواداری اور عدل و انصاف کی کمی شامل ہیں۔ نبوت کے دور میں بھی معاشرے میں یہی مسائل موجود تھے، مگر نبی اکرم ﷺ نے ایسے معاشی اصول وضع کیے کہ امن قائم ہوا۔ آپ ﷺ نے مال غنیمت کو مساوی طور پر تقسیم کیا اور معاشی توازن قائم کیا۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں آج بھی معاشی توازن کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔ یہ تحقیق رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے قیام امن کے بنیادی اصولوں کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں امن، عدل، بھائی چارے، مساوات اور صبر جیسے اصولوں کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، جنہوں نے معاشرتی اور عالمی امن کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس تحقیقی مطالعے میں ان تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے جو آج کے دور میں معاشرتی امن کے قیام کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ کے واقعات کی روشنی میں یہ تحقیق بتاتی ہے کہ کس طرح ان اصولوں کو اپنانا جدید دنیا میں بھی امن و استحکام کی بنیاد بن سکتا ہے۔ یہ مقالہ ان بنیادی نکات پر روشنی ڈالتا ہے جو معاشرتی اصلاح اور عالمی امن کے فروغ میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں اور ایک ایسے اسلامی ماڈل کی طرف اشارہ کرتا ہے جو آج بھی امن و سلامتی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ آج امن عالم کی تباہی کے بڑے اسباب معاشی تقسیم، مذہبی رواداری کا نہ ہونا، عدم مساوات، عدل و انصاف کا فقدان، غیر ضروری جنگیں ہیں۔

عالمی امن کا فقدان آج کے دور کا ایک اہم مسئلہ ہے، جہاں لسانی، ثقافتی اور مذہبی تعصبات نے انسانوں کو آپس میں دشمن بنا دیا ہے۔ اقوام متحدہ جیسے عالمی ادارے بڑی طاقتوں کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں اور ہر طرف جنگ و فساد کا عالم ہے۔ ایسے حالات میں سیرت النبی ﷺ ہی امن کی حقیقی راہ فراہم کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو امن و سلامتی سے عبارت ہے، چاہے وہ مکہ میں پر امن جدوجہد ہو، مدینہ میں میثاق ہو یا فتح مکہ کا واقعہ۔

آج معاشی عدم توازن، مذہبی عدم رواداری اور عدل و انصاف کا فقدان امن کے خاتمے کے بڑے اسباب ہیں اور یہ مسائل حضور ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے معاشی اصول، مذہبی رواداری اور مساوات کا ایسا عملی نمونہ پیش کیا جس سے امن قائم ہوا۔ آپ ﷺ نے دولت کی منصفانہ تقسیم کی اور ہر مذہب کے لوگوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف طبقات کے درمیان مساوات کو فروغ دیا، جس سے ہر انسان کو برابری کا مقام ملا۔ موجودہ دور میں عدل و انصاف کی کمی دنیا کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن چکی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عدل و انصاف میں وہی تفریق پائی جاتی ہے جو زمانہ جاہلیت میں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے عدل کی اعلیٰ مثال قائم کی، یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر ان کی بیٹی بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ آج کے منصف اگر آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق فیصلے کریں تو دنیا میں عدل و انصاف کا نظام درست ہو جائے گا۔

دنیا بھر میں طاقتور ممالک کمزوروں پر جنگ مسلط کر رہے ہیں، جبکہ نبی ﷺ نے ہمیشہ صلح اور امن پر زور دیا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم تعلیمات نبوی ﷺ کو بھول چکے ہیں، جس کی وجہ سے دنیا کا امن برباد ہو چکا ہے۔ اگر ہم دنیا میں امن و امان چاہتے ہیں، تو ہمیں

اپنے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا اور دنیا کو بتانا ہوگا کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اور آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔

امن کا مفہوم:

لفظ "اسلام" عربی لفظ "سَلَم" یا "سَلِمَ" سے نکلا ہے، جس کا مطلب امن، سلامتی اور خیر و عافیت ہے۔ اس لحاظ سے اسلام کا لغوی معنی ہی امن ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو نہ صرف خود امن کا پیغام دیتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی امن، محبت، رواداری، اعتدال اور صبر کی تعلیم دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ مختلف ڈکشنریوں اور انسائیکلوپیڈیاز کی روشنی میں امن کا مفہوم یوں متعین کیا جاسکتا ہے:

"آسودگیٔ قلب، داخلی اطمینان و سکون، ہیجانی کیفیات سے نجات حاصل کرنا، معاشرتی اعتبار سے باہمی تعاون واشتراک، سازگاری کی عمومی فضاء، حقوق و فرائض کی متوازن ادائیگی اور معاشرتی حسن و خوبی اس کے مفہوم میں شامل ہے۔" یوں امن عالم (جس کا تصور اسلام نے دیا ہے) صرف جنگ و قتال کی عدم موجودگی ہی کا نام نہیں رہ جاتا بلکہ یہ انسان کی انفرادی معاشرتی، مذہبی و اخلاقی اور بین الاقوامی زندگی میں اطمینان اور بے خوفی کے وسیع مفہوم کو سمیٹے ہوئے ہیں اور اس مثالی کیفیت کا نام ہے جہاں زندگی کے تمام شعبے شاہراہِ ترقی پر اندیشۂ رہزنی کے بغیر سفر کرتے ہیں۔[1]

معاشرہ میں قیام امن کیوں ضروری؟

معاشرے میں قیام امن انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی ترقی، خوشحالی اور فلاح و بہبود کے لیے بنیادی شرط ہے۔ اسلام میں قیامِ امن کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور قرآن و حدیث میں امن و انصاف کے قیام کے بارے میں واضح تعلیمات دی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انصاف کو قیام امن کی بنیاد قرار دیا ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ انصاف کے بغیر معاشرتی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ[2]

بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

عدل اور انصاف کا (عام فہم (معنی یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے ۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو عدل و انصاف کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے۔ جہاں انصاف ہو گا، وہاں امن قائم ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر فساد (بگاڑ) اور جنگ و جدال سے منع کیا ہے کیونکہ یہ امن کو تباہ کر دیتا ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا[3]

اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ معاشرے میں فساد پھیلانا اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے اور امن کے بغیر ترقی اور خوشحالی ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے امن و سلامتی کو انعام قرار دیا ہے اور لوگوں کو امن و عافیت کی دعاء کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ[4]

اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں۔

یہ دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے، جس میں انہوں نے اپنے شہر کے لیے امن کی دعاء کی۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ امن ہر معاشرے کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا اور آپس میں محبت، اخوت اور ہمدردی کا حکم دیا۔

المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه[5]

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اخوت اور امن کا ہونا لازم ہے اور ظلم و زیادتی سے بچنا ضروری ہے، تاکہ معاشرہ پر امن رہے۔ اسلام نے امن کو معاشرہ کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[6]

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

یہ حدیث اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ ایک سچا مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے لیے امن کا سبب بنے، نہ کہ ان کے لیے تکلیف اور پریشانی کا۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں انسانی جان اور مال کے تحفظ کی اہمیت پر زور دیا۔

تمہاری جانیں اور مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے آج کے دن کی حرمت ہے۔[7]

یہ حدیث بتاتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں ہر فرد کی جان، مال اور عزت محفوظ ہونا ضروری ہے اور اس کی حفاظت کے بغیر معاشرتی امن کا قیام ممکن نہیں۔

قرآن و حدیث میں قیامِ امن کی ضرورت کو بار بار اُجاگر کیا گیا ہے، کیونکہ امن کے بغیر نہ تو معاشرتی ترقی ممکن ہے اور نہ ہی افراد کی انفرادی زندگی خوشحال ہو سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات امن، انصاف، اخوت، اور محبت پر زور دیتی ہیں تاکہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے جو نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی طور پر بھی پر امن ہو۔

بعثت نبوی سے قبل عرب میں امن کی صورت حال:

بعثت نبوی سے قبل عرب میں امن و امان کی صورت حال انتہائی ابتر تھی۔ عرب قبائل میں خانہ جنگی، دشمنی اور قبائلی جھگڑے روزمرہ کا معمول بن چکے تھے۔ ایک مضبوط مرکزی حکومت کا نہ ہونا ان مسائل کی شدت کو بڑھاتا تھا۔ مختلف واقعات اور سیرت کی کتب سے حوالہ جات درج ذیل ہیں:

1. عرب معاشرہ قبائلی بنیادوں پر قائم تھا اور ہر قبیلہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ معمولی تنازعات بھی بڑے جھگڑوں میں تبدیل ہو جاتے تھے اور ان جھگڑوں کا سلسلہ نسلوں تک چلتا رہتا تھا۔ ایک مشہور جنگ "بعاث" کی جنگ ہے، جو اوس اور خزرج قبائل کے درمیان کئی سالوں تک چلتی رہی۔[8]

2. جنگ بعاث ایک معروف جنگ ہے جو مدینہ کے اوس اور خزرج قبائل کے درمیان لڑی گئی۔ یہ جنگ بعثت سے چند سال قبل ہوئی اور مدینہ میں حالات کو بدتر بنا دیا۔ اس جنگ نے اوس اور خزرج کے درمیان دشمنی کو بڑھا دیا اور مدینہ کے امن و امان کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔
3. عرب معاشرے میں ایک مرکزی حکومت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ہر قبیلہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر زندہ رہتا تھا اور قبائلی سرداروں کی حکومت ہوتی تھی۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں انصاف اور قانون کی پاسداری کا فقدان تھا۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں بعثت سے قبل معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عرب کی جنگوں میں شرکت سے گریز کرتے رہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنی جوانی میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو جاہلیت کے دور کی روایات کے مطابق ہو اور جس سے معاشرہ میں بدامنی یا فساد پیدا ہوا ہو۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ صداقت، امانت اور عفت کو اپنایا۔ آپ ﷺ نے ایک ایسے وقت میں اپنی زندگی گزاری جب عرب میں جنگ و جدال عام تھا، حتیٰ کہ مقدس مہینوں میں بھی لوگ جنگ کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ ایسی ہی ایک جنگ "حرب فجار" تھی، جو مختلف قبائل کے درمیان ہوئی۔

چار جنگیں ہوئیں جن میں مقدس مہینوں کی حرمت کو پامال کیا گیا۔ ان میں سے پہلی جنگ عکاظ کے میلے میں قبیلوں کے درمیان چھڑی اور دوسرے تنازعات میں بھی معمولی وجوہات پر لڑائیاں ہوئیں، جنہیں وقتی صلح سے ختم کیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں چار بڑی مشہور جنگیں ہوئی ہیں۔

فجار اول: فجار اول کا تنازعہ قبیلہ بنی کنانہ اور ہوازن کے درمیان عکاظ کے میلے میں ہوا۔ اس کی وجہ بدر بن معشر نامی شخص کا فخر و غرور سے اپنی شخصیت اور مرتبے کا اظہار تھا۔ ایک دن وہ بیٹھا اور دعویٰ کیا کہ وہ سب سے معزز فرد ہے اور جو کوئی اپنے آپ کو اس سے زیادہ معزز سمجھتا ہے، اس کے پیر پر تلوار مارے۔ ایک شخص نے تلوار مار کر اس کے پیر کو زخمی کر دیا، جس کے بعد دونوں قبائل میں جنگ شروع ہونے والی تھی، مگر کچھ لوگوں کی مداخلت سے اسے عارضی طور پر روک دیا گیا۔ چونکہ یہ جنگ مقدس مہینے رجب میں ہوئی تھی، اسے گناہ سمجھا گیا کیونکہ عرب ان مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھتے تھے۔

فجار دوم: فجار دوم کا تنازعہ بنی قریش اور ہوازن کے درمیان اس وقت شروع ہوا جب عکاظ کے بازار میں قریش کے ایک نوجوان نے بنی عامر کی ایک عورت سے دست درازی کی کوشش کی۔ اس واقعے پر جنگ چھڑ گئی اور کچھ خون خرابہ بھی ہوا۔ تاہم قریش کے حرب بن امیہ بن عبد شمس نے خون کی دیت ادا کرنے کا وعدہ کیا اور دونوں قبائل کے درمیان صلح کرا دی، جس سے یہ جنگ ختم ہو گئی۔

فجار سوم: یہ جنگ قبیلہ بنی کنانہ اور ہوازن کے درمیان اس وقت شروع ہوئی جب بنو ہوازن کے ایک شخص نے بنو کنانہ کے ایک شخص کو قرض دیا، لیکن غربت کی وجہ سے وہ شخص قرض ادا نہیں کر سکا۔ عکاظ کے بازار میں بنی ہوازن کے ایک شخص نے اس کا مذاق اُڑایا، جس پر بنو کنانہ کے شخص نے غصے میں آ کر اسے قتل کر دیا، نتیجتاً جنگ چھڑ گئی۔ آخرکار بنی کنانہ نے خون بہا ادا کر دیا اور جنگ ختم ہو گئی۔

فجار چہارم: یہ جنگ قریش و کنانہ کے تمام قبائل اور ہوازن و قیس کے تمام قبائل کے درمیان ہوئی۔ جنگ کی وجہ اس وقت بنی جب نعمان بن منذر نے اپنا تجارتی قافلہ بازار عکاظ بھیجنے کے لیے حفاظت کی ضمانت طلب کی۔ ہوازن کے عروۃ الرحال اور بنو کنانہ کے براص کے درمیان ذمہ داری کے معاملے پر تنازع ہوا، جس میں عروہ کو قتل کر دیا گیا اور یوں جنگ چھڑ گئی۔ یہ جنگ چھ دن جاری رہی اور رجب کے مہینے میں ہوئی۔ کچھ مؤرخین کے مطابق اس وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر سترہ سے بیس سال کے درمیان تھی اور آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ والوں کی طرف بھی امن کا ہاتھ بڑھایا اور ان سے حتی المقدور لڑائی اور جنگ سے اعراض کی کوشش کی۔ جیسے امام ابنِ ہشام لکھتے ہیں کہ:

”چونکہ حضرت ابو طالب خود بھی سرداران قریش میں سے تھے اور خاندانِ بنو ہاشم کے سربراہ تھے تو قریش کے بڑے بڑے سردار حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے اور ہمارے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے اس کے متعلق ہم چاہتے ہیں کہ کوئی حل نکالا جائے۔ حضرت ابو طالب نے آقا کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بھتیجے! یہ تیری قوم کے سردار تم سے کچھ لینے اور تمہیں کچھ دینے آئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

نَعَمْ، كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ تُعْطُوْنِيْهَا تَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَرَبَ، وَتَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ[9]

مجھے ان سے اور کچھ نہیں چاہئے البتہ میں ان سے وہ ایک کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں جس کے کہنے کے بعد سارا عرب ان کے سامنے جھک جائے گا اور اس (ایک کلمہ) کی وجہ سے اہل عجم بھی انہیں جزیہ بھیجا کریں گے۔

قیام امن کے بنیادی اصول:

ذیل میں سیرت طیبہ کی روشنی میں قیام امن کے چند اہم دنیادی اصول ذکر کئے جاتے ہیں:

نظام عدل کا نفاذ:

قیام امن کے لیے عدل کا نفاذ اسلامی تعلیمات کا بنیادی اصول ہے اور سیرت طیبہ (حضرت محمد ﷺ کی زندگی) میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں کچھ اہم واقعات اور ان کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عدل کا نفاذ امن کے قیام کے لیے ضروری تھا۔

1. حضرت محمد ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر قریش کے ان دشمنوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو شدید اذیتیں پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، آج تم پر کوئی گرفت نہیں، تم سب آزاد ہو۔ یہ عدل اور عفو کا عملی مظاہرہ تھا جس سے دشمن بھی آپ ﷺ کی عظمت کے قائل ہو گئے اور مکہ میں امن وامان قائم ہو گیا۔[10]
2. فاطمہ بنت اسد (بنو مخزوم) نے چوری کی تو کچھ لوگوں نے سفارش کی کہ معزز خاندان کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔[11] یہ عدل کی ایک مثال تھی۔
3. ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان زمین کے تنازعے کا مقدمہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ حق یہودی کے ساتھ ثابت ہوا تو آپ ﷺ نے بلا کسی تعصب کے یہودی کے حق میں فیصلہ سنایا۔[12]
4. صلح حدیبیہ کے وقت آپ ﷺ نے امن کے قیام کے لیے بظاہر سخت شرائط پر صلح کی۔ اس معاہدے نے چند سالوں میں اسلام کے امن اور عدل کی تعلیمات کو پھیلانے کا موقع فراہم کیا۔[13]

دنیا میں حقیقی امن کا قیام تبھی ممکن ہے جب تمام ممالک ایک دوسرے کے ساتھ عدل وانصاف کا رویہ اپنائیں گے۔ اگر طاقتور ممالک اپنے سیاسی اور معاشی مفادات کے لیے کمزور ممالک کے حقوق کو پامال کرتے رہیں اور وسائل پر قبضہ جاری رکھیں، تو قیام امن ممکن نہیں ہو گا۔ مغربی ممالک کی جانب سے عالمی نظام معیشت پر تسلط اور ویٹو پاور رکھنے والے ممالک کی اجارہ داری اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ عالمی فیصلے اکثر

مخصوص مفادات کی بناپر کیے جاتے ہیں، جس سے عدل و انصاف کا فقدان پیدا ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں کمزور اور ترقی پذیر ممالک کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے اور عالمی سطح پر عدم استحکام پیدا ہوتا ہے۔

ویٹو پاور کا نظام اقوام متحدہ میں طاقتور ممالک کو غیر متناسب اختیار دیتا ہے، جو عالمی سطح پر عدل و انصاف کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اس طرح کی غیر منصفانہ پالیسیاں اور طاقت کا غلط استعمال دنیا میں قیام امن کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جب تک طاقتور ممالک وسائل، معیشت اور سیاسی فیصلوں میں عدل کو بنیاد نہیں بنائیں گے اور عالمی قوانین سب کے لیے یکساں نہیں ہوں گے، تب تک دنیا میں حقیقی امن کا قیام ناممکن رہے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بین الاقوامی سطح پر عدل و انصاف کو فروغ دیا جائے اور طاقتور اور کمزور ممالک کے درمیان تعلقات کو متوازن بنایا جائے۔

سیرت طیبہ ہمیں عدل و انصاف پر مبنی ایک ایسا نظام فراہم کرتی ہے جو دنیا میں امن کے قیام کی بنیاد بنتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ امن کا قیام تبھی ممکن ہے جب عدل و انصاف ہر سطح پر نافذ ہو، خواہ وہ انفرادی سطح ہو، معاشرتی سطح ہو یا بین الاقوامی سطح۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں عدل کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور اسی اصول کو لے کر امن و سلامتی کا ایک مضبوط نظام قائم کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی ریاست کی بنیاد رکھی، تو سب سے پہلا قدم عدل و انصاف کا نظام قائم کرنا تھا۔ مدینہ کے میثاق میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان عدل کے اصولوں کی بنیاد پر ایک معاہدہ طے کیا گیا، جس سے معاشرتی استحکام اور امن و سکون کا ماحول پیدا ہوا۔ اس معاہدے میں ہر فرد اور گروہ کو اس کے حقوق اور فرائض دیئے گئے اور انصاف کے بغیر طاقت کا استعمال یا کسی بھی طرح کا ظلم ناقابل قبول قرار دیا گیا۔ آج کے عالمی منظر نامے میں جب طاقتور ممالک عدل و انصاف سے دور ہو کر وسائل پر قبضہ جما لیتے ہیں اور کمزور ممالک کے حقوق پامال کرتے ہیں، تو دنیا میں امن و امان کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے۔ مغربی ممالک کا عالمی نظام معیشت پر تسلط اور ویٹو پاور رکھنے والی طاقتوں کی من مانی سیرت طیبہ کے عدل کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

سیرت طیبہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ اگر طاقت اور وسائل کا غلط استعمال کیا جائے تو اس کا نتیجہ فساد اور تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جیسے کہ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد کے واقعات میں رسول اللہ ﷺ نے طاقتور دشمنوں کے مقابلے میں بھی عدل کا دامن نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے ہر موقع پر اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کا رویہ اختیار کیا، تاکہ جنگ کے بعد بھی امن کی فضا قائم رہے۔

لہٰذا دنیا میں امن کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تمام ممالک ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف کا رویہ اختیار کریں، ورنہ طاقت، وسائل اور معیشت پر قبضے کی ہوس سے دنیا میں بد امنی اور انتشار پھیلتا رہے گا۔

فلاحی ریاست کا قیام

قیامِ امن کے لیے فلاحی ریاست کی ضرورت کو سیرتِ طیبہ کے تناظر میں سمجھنا بہت اہم ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی، جس میں عدل و انصاف، مساوات اور عوام کی فلاح و بہبود کو بنیادی اہمیت دی گئی۔ ایک فلاحی ریاست کے قیام سے ہی معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے، کیونکہ جب لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں اور ان کے حقوق کا تحفظ ہو، تو بد امنی اور فساد کی جڑیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ قیامِ امن کے لیے دنیا بھر میں فلاحی ریاست کا قیام سیرت طیبہ کی روشنی میں انتہائی ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہمیں ایک ایسا عملی نمونہ فراہم کرتی ہے جس میں معاشرتی انصاف، انسانی حقوق کا تحفظ اور امن و سلامتی کا فروغ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ فلاحی ریاست وہ ہوتی ہے جہاں معاشرے کے تمام افراد کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے اور عدل و انصاف کے اصولوں کو عملی طور پر نافذ کیا جاتا ہے۔

میثاق مدینہ: یہ وہ معاہدہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کے ساتھ کیا، جس میں تمام افراد اور گروہوں کے حقوق و فرائض کو متعین کیا گیا۔[14] یہ ایک فلاحی ریاست کا واضح نمونہ تھا جہاں ہر فرد کے جان و مال کا تحفظ یقینی بنایا گیا اور معاشرے میں عدل و انصاف کے اصولوں کو فروغ دیا گیا۔ اس معاہدے کے تحت ہر قبیلے اور گروہ کو برابر کے حقوق دیئے گئے اور سب کو ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی اور انصاف کا برتاؤ کرنے کا پابند بنایا گیا۔

بیت المال کا قیام: مدینہ کی فلاحی ریاست کا ایک اور اہم پہلو رسول اللہ ﷺ کے دور میں بیت المال کا قیام تھا، جس کے ذریعے مستحقین، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کی جاتی تھی۔ زکوۃ، صدقات اور دیگر امدادی ذرائع سے جمع ہونے والا مال عامۃ الناس کی فلاح و بہود پر خرچ کیا جاتا تھا۔ یہ معاشی انصاف کا ایک اہم پہلو تھا جو معاشرتی امن کے قیام کے لیے ضروری تھا۔[15]

مواخات (بھائی چارے) کا نظام: رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارے) کا نظام قائم کیا، جس کے تحت ہر انصاری مسلمان نے ایک مہاجر مسلمان کی معاشی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری لی۔[16] یہ عملی اقدام ایک فلاحی ریاست کی بہترین مثال ہے، جہاں دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشی استحکام کو یقینی بنایا گیا۔

عدالت اور انصاف کا نظام: فلاحی ریاست میں امن و امان کے قیام کے لیے عدالتی نظام کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں عدل و انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک نظام قائم کیا، جہاں امیر و غریب، طاقتور و کمزور سب کے ساتھ یکساں انصاف کیا جاتا تھا۔ اسی عدل و انصاف کی وجہ سے معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم ہوئی۔[17]

ایک فلاحی ریاست میں جب لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری کی جاتی ہیں، جیسے کہ رہائش، کھانا، تعلیم اور صحت کی سہولیات، تو اس کے نتیجے میں سماجی استحکام اور امن قائم ہوتا ہے۔ سیرت طیبہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ امن کا قیام تبھی ممکن ہے جب ہر فرد کو اس کے حقوق ملیں اور معاشرے میں عدل و انصاف کا نظام نافذ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ فلاحی ریاست میں ہر طبقے کے لوگوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کیا گیا اور کسی کو بھی ظلم و زیادتی کا شکار نہیں بنایا گیا۔ یہی اصول آج کے دور میں بھی عالمی امن کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔

انسانی حقوق کا تحفظ:

قیام امن کے لیے انسانی حقوق کا تحفظ انتہائی ضروری ہے کیونکہ جب افراد کے حقوق محفوظ ہوں، ان کے ساتھ انصاف کیا جائے اور انہیں عزت و احترام دیا جائے تو معاشرے میں بدامنی، انتشار اور فساد کا خاتمہ ہوتا ہے۔ سیرت طیبہ میں ہمیں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے انسانی حقوق کی حفاظت کو قیام امن کا بنیادی اصول قرار دیا اور عملاً اس کو نافذ کیا۔

انسانی حقوق کا تحفظ اور سیرت طیبہ:

میثاقِ مدینہ: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مختلف قبائل اور مذاہب کے افراد کے درمیان ایک معاہدہ کیا، جسے "میثاقِ مدینہ" کہا جاتا ہے۔[18] اس معاہدے میں ہر فرد کے حقوق اور ذمہ داریوں کو واضح کیا گیا اور تمام قبائل اور مذاہب کو مساوی حقوق دیئے گئے۔ اس معاہدے کے ذریعے مدینہ میں امن و سکون کا قیام ممکن ہوا اور معاشرے میں باہمی احترام اور رواداری کو فروغ دیا گیا۔

غلاموں کے حقوق کا تحفظ: رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کے حقوق کی حفاظت پر بھی زور دیا اور انہیں آزاد کرنے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے اور انہیں عزت دی جائے۔ یہ انسانی حقوق کے تحفظ کی ایک عظیم مثال ہے جس سے معاشرے میں امن قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔

حقوق النساء (خواتین کے حقوق):رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لیے بہت سے عملی اقدامات کیے۔ آپ ﷺ نے خواتین کو وراثت میں حصہ دیا، ان کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آنے کا حکم دیا اور ان کے معاشرتی حقوق کو محفوظ کیا۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں خواتین کے مقام اور حقوق کا تحفظ ہوا، جس نے معاشرتی امن میں اہم کردار ادا کیا۔

وسائل کی منصفانہ تقسیم

قیامِ امن کے لیے قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم انتہائی ضروری ہے، کیونکہ جب وسائل میں مساوات ہوتی ہے تو تمام افراد اور معاشرتی طبقات کو ان کا حق ملتا ہے، جس سے بدامنی، بے چینی اور طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ہوتا ہے۔ سیرت طیبہ میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے قدرتی وسائل کی مساویانہ تقسیم پر زور دیا اور اسے معاشرتی امن کے قیام کا ذریعہ بنایا۔

قدرتی وسائل میں مساوات اور سیرت طیبہ:

غنیمت کی تقسیم: غزوۂ بدر اور دیگر جنگوں کے بعد جب مسلمانوں کو غنیمت حاصل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان مال و وسائل کو تمام شرکاء کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کیا۔ آپ ﷺ نے امیر و غریب، آزاد اور غلام سب کے درمیان مساوات کا عملی مظاہرہ کیا اور وسائل کی تقسیم میں کسی کو فوقیت نہیں دی۔ اس عمل نے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کو فروغ دیا اور قیام امن میں مدد کی۔ [19]

پانی کے وسائل کی منصفانہ تقسیم: مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پانی کے استعمال کے حوالے سے بھی مساوات کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تمام افراد پانی کے ذرائع، کنوؤں اور نہروں سے مساوی فائدہ اُٹھائیں۔ [20] اس میں نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ مدینہ میں موجود دیگر مذاہب اور قبائل کو بھی شامل کیا گیا۔ اس عمل نے پانی جیسے قدرتی وسائل پر تنازعے کو ختم کیا اور معاشرتی امن کی ضمانت دی۔

زمین کی تقسیم: مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان زمینوں کی تقسیم میں بھی رسول اللہ ﷺ نے مساوات اور عدل کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے انصار کو حکم دیا کہ وہ اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی زمین اور دیگر وسائل میں شریک کریں۔ اس مساواتی تقسیم نے نہ صرف معاشی استحکام فراہم کیا بلکہ قیامِ امن کا ذریعہ بھی بنی۔ [21]

رسول اللہ ﷺ نے چراگاہوں اور عام قدرتی وسائل کو تمام لوگوں کے لیے مساوی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں سب لوگ برابر کے شریک ہیں: پانی، گھاس اور آگ (ایندھن)۔ [22] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم کو اہمیت دی تاکہ کوئی فرد یا گروہ ان وسائل پر قبضہ کرکے دوسروں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

سیرت طیبہ میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے یہ واضح پیغام ملتا ہے کہ قیامِ امن کے لیے قدرتی وسائل میں مساوات بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جب وسائل کی منصفانہ تقسیم ہوگی اور ہر فرد کو ان کے استعمال کا حق ملے گا تو معاشرے میں استحکام، اخوت اور امن کا فروغ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات آج بھی دنیا میں وسائل کی تقسیم اور قیامِ امن کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:

قیام امن کے لیے اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔ پیغمبر محمد ﷺ نے مدینے میں اقلیتوں کی حفاظت کے لیے متعدد اقدامات کیے۔ انہوں نے یہ یقین دلایا کہ غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی اور معاشرتی تحفظ فراہم کیا جائے۔ "سیرت ابن ہشام" میں اس کی تفصیلات ملتی ہیں، جہاں پیغمبر ﷺ نے ریاست مدینہ کے تحت تمام شہریوں کو حقوق فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ پیغمبر ﷺ نے مدینے میں غیر

مسلموں کو مذہبی آزادی دی اور ان کے مذہبی عقائد اور عبادات کے حقوق کا احترام کیا۔ یہ عمل اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے ایک اہم پہلو کی عکاسی کرتا ہے۔[23]

اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کو کتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے:

ألا من ظلم معاهداً او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة[24]

خبر دار! جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اُس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة وان ريحها توجد من مسيرة اربعين عاما[25]

جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپ ﷺ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد میں شامل مسیحیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں، چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے۔[26]

قانون کی حکمرانی:

پیغمبر محمد ﷺ نے مدینے میں ایک منظم اور مستحکم قانونی نظام قائم کیا جس کے تحت ہر فرد کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا۔ اس نظام نے امن وامان کی فضا قائم رکھی اور مختلف گروہوں کے درمیان تعلقات کو منظم کیا۔ پیغمبر ﷺ نے قانون کی پابندی پر زور دیا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف اقدامات کیے۔ اس طرح قانون کی حکمرانی نے معاشرت میں نظم وضبط قائم رکھا اور امن کو برقرار رکھنے میں مدد فراہم کی۔ آپ ﷺ نے سزا و جزا کے نظام کو انصاف کی فراہمی اور امن کے قیام کے لئے استعمال کیا۔ آپ ﷺ نے قانون کے تحت مناسب سزا دی تاکہ معاشرتی نظم وضبط برقرار رہے اور امن قائم رہے۔ قانون کی حکمرانی کے سلسلہ میں ایک مشہور روایت ہے کہ

ایک مخزومیہ خاتون (فاطمہ بنت اسود) جس نے (غزوہ فتح کے موقع پر) چوری کرلی تھی، اس کے معاملہ نے قریش کو فکر میں ڈال دیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ پر آنحضرت ﷺ سے گفتگو کون کرے! آخر یہ طے پایا کہ اسامہ بن زیدؓ آپ ﷺ کو بہت عزیز ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس کی ہمت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اسامہ بن زیدؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں کچھ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسامہ! کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا (جس میں) آپ ﷺ نے فرمایا: پچھلی بہت سی امتیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں۔[27]

تعلیمی ترقی:

حضرت محمد ﷺ نے تعلیم کو معاشرتی ترقی اور امن کے قیام کے لئے بنیادی اہمیت دی۔ آپ ﷺ نے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور تعلیم کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا۔ تعلیم کی ترقی نے معاشرتی فلاح و بہبود اور امن کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ ﷺ نے تعلیم کے ذریعے معاشرتی اصلاح کی اور علم کی روشنی سے لوگوں کی فکری سطح کو بلند کیا۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں امن و امان کا قیام ممکن ہوا کیونکہ تعلیم نے لوگوں کو صحیح اور غلط میں فرق سمجھنے کی صلاحیت فراہم کی۔

قرآن کی پہلی وحی "اِقْرَأْ" سے ہوئی، جو تعلیم اور علم کے آغاز کی علامت ہے۔ اس آیت سے واضح ہے کہ تعلیم کا آغاز علم کے فروغ اور معاشرتی تبدیلیوں کے لیے ضروری ہے، جو امن کے قیام میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ انسانیت میں اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے بعض کو پیغمبر ﷺ نے تعلیم دینے کا مشورہ دیا تھا۔[28] قیدیوں کے لئے تعلیم کو فدیہ سمجھ کر پیش کیا گیا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ علم کی تعلیم معاشرتی بہتری اور امن کے قیام میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

تعلیم معاشرتی بہتری اور امن کے قیام میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ پیغمبر اعظم ﷺ نے تعلیم کو ترقی اور امن کے لیے ایک وسیلہ قرار دیا۔ تعلیم کے ذریعے لوگوں میں شعور، سمجھ بوجھ اور آپسی احترام پیدا ہوتا ہے جو کہ امن کی بنیاد ہے۔

کمزور طبقات کی ضروریات کا خیال:

نبی مکرم ﷺ نے مدینے میں مختلف قبائل اور قوموں کے ساتھ معاہدہ کیا جس میں اقلیتوں کے حقوق اور تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے کمزور طبقے کے حقوق کی حفاظت اور ان کی مدد کی، جو معاشرے میں امن قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔ جب مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو ظلم و ستم کا سامنا تھا، تو ان کی مدد کرنے کے لیے مدینے کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت دی۔ یہ عمل کمزور طبقے کی مدد کی ایک مثال ہے، جس نے انہیں امن اور تحفظ فراہم کیا۔ آپ ﷺ نے معاشرے میں کمزور طبقات، خاص طور پر خواتین اور یتیموں کی مدد پر زور دیا۔ آپ ﷺ نے یتیموں کے حقوق کی حفاظت کی اور ان کی مدد کی جو کہ معاشرتی امن کے قیام میں اہم تھا۔

حضرت محمد ﷺ نے ہمیشہ یتیموں اور مساکین کی مدد پر زور دیا۔ آپ ﷺ نے یتیموں کی کفالت کو بہت اہمیت دی اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنے کی تاکید کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ فرماتے ہوئے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملایا۔[29]

نبی اکرم ﷺ نے خواتین کے حقوق کی حفاظت کی اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔ آپ ﷺ نے معاشرے میں خواتین کی حیثیت کو بلند کیا اور انہیں تعلیم، وراثت اور دیگر حقوق فراہم کیے۔ اسی طرح ہجرت کرنے والے مسلمان مہاجرین کو مدینے میں پناہ دی اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا۔ ان کو مقامی مسلمانوں نے اپنا بھائی سمجھا اور ان کی مدد کی۔

یہ مثالیں سیرت طیبہ میں کمزور طبقات یا ممالک کی ضروریات کا خیال رکھنے کے اصول اور عملی اقدامات کو واضح کرتی ہیں۔ پیغمبر ﷺ کی تعلیمات اور عمل نے معاشرے میں امن، انصاف اور فلاح کے اصول قائم کیے جو آج بھی قابل عمل ہیں۔

نتائج:

1. بعثت نبوی سے قبل عرب میں خانہ جنگی، قبائلی دشمنی اور جھگڑے عام تھے۔ کوئی مرکزی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ان مسائل میں شدت آئی، جس کی مثالیں جنگ بعاث اور فجار ہیں۔
2. عرب قبائل کی خودمختاری اور عدم مرکزیت کی وجہ سے معاشرے میں انصاف اور قانون کی کمی تھی۔ اس دور میں کوئی مشترکہ نظام یا ادارہ موجود نہیں تھا جو امن و امان کو برقرار رکھ سکے۔
3. نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ امن قائم رکھنے کی کوشش کی اور مختلف جنگوں میں شرکت سے گریز کیا۔ آپ ﷺ نے جنگ فجار میں بھی شرکت کی، لیکن آپ ﷺ کا مقصد امن قائم کرنا تھا۔
4. نبی ﷺ نے اپنی سیرت میں ہر موقع پر امن و امان کی طرف توجہ دی اور مکہ میں فتح کے بعد اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا، جو کہ عفو اور عدل کا بہترین نمونہ تھا۔
5. نبی ﷺ کی سیرت میں عدل و انصاف کو سب سے اہم سمجھا گیا، جیسے کہ فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کے واقعات میں نظر آتا ہے۔
6. مدینہ منورہ میں نبی ﷺ نے فلاحی ریاست قائم کی، جہاں عدل و انصاف، بیت المال اور معاشرتی استحکام کو یقینی بنایا گیا۔

سفارشات:

- عالمی سطح پر عدل و انصاف کو فروغ دینے کے لیے تمام ممالک کو ایک دوسرے کے ساتھ برابری اور انصاف کی بنیاد پر تعلقات قائم کرنا چاہئیں۔
- اقوام متحدہ میں ویٹو پاور کے نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عالمی فیصلے زیادہ منصفانہ ہوں اور کمزور ممالک کے حقوق کا تحفظ ہو۔
- دنیا بھر میں فلاحی ریاستوں کا قیام ضروری ہے تاکہ تمام افراد کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور معاشرے میں امن و سکون قائم ہو۔
- فلاحی ریاست میں صحت، تعلیم اور معیشت کی بنیاد پر وسائل کی منصفانہ تقسیم کی جائے۔
- انسانی حقوق کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے عالمی سطح پر قوانین اور معاہدات کو مضبوط کیا جائے اور ہر فرد کو اس کے حقوق ملنے چاہئیں۔

حوالہ جات:

1 ڈاکٹر حمید اللہ، **پیغمبرِ امن**،(لاہور: مکتبہ دانیال اردو بازار)، ص 8-

2 سورۃ النحل90:16-

3 سورۃ الاعراف56:07-

4 سورۃ البقرہ126:02-

5 بخاری، محمد بن اسمٰعیل،**صحیح بخاری**،(بیروت:دار طوق النجاۃ،1422ھ)،رقم الحدیث: 2442-

6 ایضاً،رقم الحدیث: 10-

7 ایضاً،رقم الحدیث: 1739-

8 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار ابن کثیر، 1410ھ/1990ء)،137/1-

9 ایضاً،باب:وَفَاةُ أَبِي طَالب وَخَدِيجَة،234/5-

10 ایضاً،(بیروت: دار الجیل،1997 ء)،412/2-

11 بخاری، محمد بن اسمٰعیل،**صحیح بخاری**،(بیروت:دار طوق النجاۃ،1422ھ)،621/8-

12 ابن قیم الجوزیہ،**زاد المعاد**،(بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ،1998ء)،295/3-

13 صفی الرحمٰن مبارکپوری،**الرحیق المختوم**،(دار السلام،2002ء)،380/1-

14 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار الجیل،1997ء)،501/1-

15 ابن سعد،**الطبقات الکبریٰ**،(بیروت:دار صادر،2001ء)،182/2-

16 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار الجیل،1997ء)،504/1-

17 ابن قیم الجوزیہ،**زاد المعاد**،(بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ،1998ء)،180/3-

18 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار الجیل،1997ء)،125/2-

19 ایضاً،412/2-

20 ابن سعد،**الطبقات الکبریٰ**،(بیروت:دار صادر،2001ء)،23/1-

21 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار الجیل،1997ء)،120/2-

22 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث،**سنن ابو داؤد**،(بیروت:دار الفکر،1998ء)،701/3-

23 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار الجیل،1997ء)،419/2-

24 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث،**سنن ابو داؤد**، كتاب الخراج، باب في تعشير،(بیروت:دار الفکر،1998ء)،170/3،رقم الحدیث:3052-

25 بخاری، محمد بن اسمٰعیل،**صحیح بخاری**،كتاب الجزيه، باب إثم من قتل،(بیروت:دار طوق النجاۃ،1422ھ)،رقم الحدیث: 2995-

26 ابن سعد،**الطبقات الکبریٰ**،(بیروت:دار صادر،2001ء)،357/1-

27 بخاری، محمد بن اسمٰعیل،**صحیح بخاری**،(بیروت:دار طوق النجاۃ،1422ھ)،رقم الحدیث:3475-

28 ابن ہشام،**سیرت ابن ہشام**،(بیروت:دار الجیل،1997ء)،440/2-

29 ایضاً،430/2-